مدیر اعلیٰ کے قلم سے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

القدس کے بارے میں امریکی صدر کا اعلان

اس کے مضمرات، خدشات

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

چھ دسمبر 2017ء کو امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے فلسطین سے متعلق ایک انتہائی افسوس ناک، قابل تشویش اور نا قابل تسلیم اعلان کیا، القدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرتے ہوئے امریکی سفارت خانہ القدس منتقل کرنے کا اعلان کیا، امریکی صدر کا کہنا تھا کہ:

''اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ایک نئے چیلنج کو قبول کریں، اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ القدس اسرائیل کا دارالحکومت ہے۔ مسلسل دو عشروں کی تاخیر کے بعد آج وقت آ گیا ہے کہ یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کی حقیقت مان لی جائے...... اسی اعلان میں ڈونلڈ ٹرمپ نے وزارت خارجہ کو ہدایت کی کہ تل ابیب سے امریکی سفارت خانے کی بیت المقدس منتقلی کی تیاری شروع کر دے''۔

ٹرمپ کا یہ غیر معمولی اعلان اپنے اندر بے شمار مضمرات رکھتا ہے۔ ہمیں حیرانی ہے کہ باوجود ایک معاہدہ کے بل کلنٹن، بش ثانی اور براک اوباما مسلم امہ کے ممکنہ شدید ردعمل کے باعث اس اعلان سے مسلسل گریز کرتے چلے آئے تھے، لیکن ٹرمپ انتظامیہ نے اس ردعمل کی پروا کیے بغیر یہ اعلان کیا۔ اگرچہ مشرق وسطیٰ کی دِگرگوں صورت حال، خصوصاً عراق، شام وغیرہ میں عدم استحکام کے سبب امریکا و اسرائیل کے خیال میں اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ گریٹر اسرائیل کے قیام کی طرف پیش قدمی اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی جائے، لیکن اسے شاید اندازہ نہیں کہ القدس کا معاملہ محض عربوں کا نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا ہے، اور یہ کوئی قوم پرستانہ وابستگی نہیں بلکہ ہمارے دین و ایمان کا معاملہ ہے۔

ٹرمپ کا حالیہ فیصلہ عالمی قوانین کی بھی خلاف ورزی ہے۔ یواین او 1947ء میں القدس کو ایک خود مختار شہر قرار دے چکا ہے۔ 1980ء میں القدس کو اسرائیلی دارالحکومت قرار دینے کی کوشش کی گئی مگر اقوام متحدہ کی سلامتی

کونسل نے 478 ریزولوشن پاس کر کے اسے کالعدم قرار دیا۔ امریکا سمیت دنیا بھر کے ممالک مشرقی القدس میں جدید آبادکاری (یہودی آبادکاری) کی مذمت کرتے آئے ہیں۔ ٹرمپ کے حالیہ فیصلے پر اگر عمل درآمد ہوتا ہے تو یہ اس بات کا اعتراف ہوگا:

(1) بیت القدس اپنی مشرقی ومغربی حدود کے اعتبار سے قابض اسرائیل کا ہی ایک ماتحت شہر ہے۔

(2) بیت القدس اسرائیل کا دارالحکومت ہے۔

(3) مستقبل میں القدس اتھارٹی کی مذاکراتی عمل سے بے دخلی۔

(4) القدس میں تمام مقدس اسلامی اور عیسائی اداروں کو اسرائیل کے ماتحت کرنا۔

(5) دنیا بھر کے ممالک کے لئے بیت القدس میں اپنے سفارت خانے منتقل کرنے کی راہ ہموار کرنا۔

(6) قبضہ پالیسی کی حمایت کرتے ہوئے بیت المقدس کی زمین سے وہاں کے اصل باشندوں کو بے دخل کرنا۔

یہ وہ خدشات ومضمرات ہیں جو امریکی صدر ٹرمپ کے اعلان میں پوشیدہ ہیں۔ اس معنی میں امریکی صدر کا اعلان نہ صرف شرانگیز ہے بلکہ خطے کو ایک اور نہ ختم ہونے والی ہولناک جنگ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ امریکا و اسرائیل کا یہ خام خیال ہے کہ اس وقت پورا مشرق وسطیٰ عدم استحکام کا شکار ہے، لہٰذا یہاں من مانے فیصلے مسلط کیے جا سکتے ہیں اور اسرائیل اپنے توسیعی عزائم کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اس اقدام سے امریکا کا چہرہ بھی کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ جو ہر وقت امن امن کی رٹ لگائے رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا اپنے لے پالک اسرائیل کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے کو تیار رہتا ہے، خواہ دنیا کو اس کی بڑی سے بڑی قیمت چکانی پڑی۔ امریکا نے ہمیشہ اسرائیل کی خاطر مسلمانوں کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی، تاریخی اور سماجی حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ اس نے اسرائیل ہی کی خاطر عراق، شام، یمن اور لیبیا میں خون کی ندیاں بہائی ہیں۔ فلسطینی باشندے گزشتہ ستر برس سے اسرائیلی درندگی کا شکار ہیں۔ ان کی زمینوں، گھروں پر قبضے کیے جاتے ہیں، فلسطینیوں کو بے دخل کیا جاتا ہے، ان کی آبادیوں پر ہولناک بمباریاں کر کے انہیں تباہ وبرباد کیا جاتا ہے۔ غزہ کی پٹی اسرائیلی مظالم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے باوجود مسلمان ہی مجرم، قابل گردن زدنی قرار اور اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا پاتے ہیں۔

مقام شکر ہے کہ اس موقع پر امت مسلمہ کے حکمرانوں نے مہر سکوت توڑی ہے اور انہوں نے بعض اہم مسلم ممالک کی عدم شرکت کے باوجود او آئی سی کے پرچم تلے بیک آواز ہوکر امریکی عزائم کے جواب میں بھرپور رد عمل دیا ہے۔ اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) سربراہی اجلاس نے جو اعلامیہ جاری کیا حوصلہ افزا ہے، اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ:

''عالمی برادری مقبوضہ بیت المقدس کو فلسطین کا دارالحکومت تسلیم کرے۔ مقبوضہ بیت المقدس کے متعلق امریکی اعلان انتہا پسندی اور دہشت گردی کو فروغ دے گا۔ امریکا کا مقبوضہ بیت المقدس کے متعلق اعلان امن عمل سے دست برداری ہے، لہٰذا امریکا مشرق وسطیٰ امن عمل سے اپنا کردار ختم کرے۔''

اس موقع پر پاکستان کے وزیراعظم جناب شاہد خاقان عباسی نے تین تجاویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

''1......اگر سلامتی کونسل اس مسئلے پر سنجیدگی نہیں دکھاتی تو اس مسئلے کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اٹھایا جائے۔2......قابض صہیونی افواج کا تسلط ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تعاون تنظیم اقتصادی طور پر بھی دباؤ ڈالے۔3......اس مسئلے کو عالمی عدالت انصاف میں بھی اٹھایا جائے۔''

کانفرنس کا انعقاد ترک صدر رجب طیب اردگان کی خصوصی دل چسپی کے باعث ممکن ہوا۔ اجلاس میں مسلم حکمرانوں نے عرصے بعد کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر امریکا سے دوٹوک اور کھلے انداز میں بات کی۔ اسی اتحاد کی بدولت یہ ہوسکا ہے کہ روس او چین نے امریکی اقدام کی حمایت نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔

القدس سے متعلق امریکی فیصلہ کس قدر عاجلانہ اور جاہلانہ ہے کہ پوری دنیا سے کہیں بھی اس کی حمایت میں قابل ذکر آواز نہیں اٹھی۔ انصاف پسند غیر مسلم شخصیات، اداروں اور ملکوں نے حتیٰ کہ امریکا ہی کے بے شمار شہریوں نے ٹرمپ کے اعلان کی مخالفت کی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ پوری دنیا ایک طرف اور صرف امریکی اشرافیہ اور اسرائیل ایک طرف ہیں۔ وینزویلا کے صدر تو فلسطینی کاز کی حمایت میں اوآئی سی کے اجلاس میں بھی شریک ہوئے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بیت المقدس کو اسرائیل کی گود میں دے دینا صرف مسلمانوں کی نگاہ میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر منصف مزاج شخص کی نظر میں انتہائی غلط، ناجائز اور غیر قانونی اقدام ہے۔

مسلم حکمرانوں کو بھی اب خیال کرنا چاہیئے کہ او آئی سی اجلاس کا معاملہ نشستند گفتند و برخاستند کا اور ''احتجاجی جلسہ'' کا نہیں ہونا چاہیے بلکہ عملی اقدام بھی اٹھانے چاہییں۔ وہ باہمی رنجشیں بھلا کر اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں اور امت کے سلگتے مسائل کے حل کے لئے سر جوڑ کر بیٹھیں، اور کوئی قابل عمل حل تلاش کرکے اس پر عملدرآمد کرائیں۔ آج وقت ہاتھ میں ہے، کل نکل جائے گا، پھر الجھی ڈور کا سرا نہیں ملے گا۔

ہم امریکا اور اس کے حوالی موالی حلقوں کو بھی دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ سوچیں کہ کسی قوم کو بزور طاقت عرصے تک دبا کر رکھا نہیں جاسکتا۔ من مانے فیصلے مسلط کرنے سے اشتعال ہی جنم لیتا ہے، اگر دنیا کو امن دینا مقصود ہے تو مسلم امہ کو اس کے غصب شدہ حقوق نہ صرف واپس کرنا ہوں گے بلکہ اسرائیل جیسی دہشت گرد ریاستوں کی سرپرستی بھی چھوڑنا ہوگی۔